ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

محمد اسلم

پی ایچ ڈی اردو سکالر، شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

ڈاکٹر لیاقت علی

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور

اردو ادب کے فروغ میں کتابی سلسلے "دنیازاد" کا کردار

Muhammad Aslam
Ph.D Urdu Scholar, Department Urdu, The Islamia University of Bahawalpur
Dr. Liaqat Ali
Associate Professor, Department Urdu, The Islamia University of Bahawalpur

The Role of Book Series "Duniyazad" in the promotion of Urdu Literature

Asif Farrukhi was an eminent writer of fiction, literary critic, translator, poet and travel writer on the same time. He enriched Urdu literature more then most of his time and age. He was the editor of "Duniyazad" Magazine. As editor, he welcomed and promoted new writers. This magazine made an excellent selection of Urdu literature. It also includes Urdu translations of literary works in other languages. It also provided a platform for writers and poets to emerge. It is a unique kind of magazine. The theme for each issue is chosen and compiled accordingly. It published traditionlist modernist as well as progressive writers. It is the asset and spokesman of the nation. It is a source of domestic and foreign literary and scholarly resources, which it reveals by reading. This research article will prove to be the best reflection of the worldly mood of magazine "Duniyazad. It will reveal the specific themes of this magazine, the domestic and foreign literature which published in it.

keywords: *Aisf Farrukhi, Daily Dawn, Mokalma, Dil Raiza Raiza, Hamsub, Duniyazad, Dailly Dunia.*

ادبی رسائل کا ادب کے فروغ میں ہمیشہ سے ہی ایک اہم حصہ رہا ہے۔اور رسائل زبان و ادب کے ارتقا میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔کیوں کہ یہ اپنے عہد کے ادبی رجحانات و میلانات اور ادبی مزاج کے عکاس ہوتے ہیں اور مختلف نظریات و خیالات تک تبادلے کا اہم سلسلہ بنتے ہیں۔یہ قوم کا ایک اہم اثاثہ اور ترجمان ہوتے ہیں جو بڑے وسیع پیمانے پر علمی و ادبی، سیاسی و سماجی، مذہبی و تہذیبی، معاشرتی و ثقافتی اور اخلاقی اقداری وغیرہ علمی ذخائر کا منبع اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔اور اسی بناء پر عوام کو رسائل و جرائد کے اندر پوشیدہ مواد کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ان میں کثیر تعداد میں مختلف النوع کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔جو تنقید و تحقیق کے میدان سے تعلق رکھنے والے اہل علم حضرات اور محققین کے لئے راہ راست کا باعث بنتے ہیں۔نثر و شعر کی کتابوں سے زیادہ ادبی رسائل نے اردو زبان کی مقبولیت میں اہم کردار ادا کیا ہے کیوں کہ ان رسائل میں قاری کو نثر اور نظم کی ہر صنف ادب یکجا مل جاتی ہے۔

اردو زبان کے فروغ میں ادبی رسائل کا کردار مثالی ہے۔کسی بھی خطے کے ادبی رسائل اپنے عہد کے فکری و تخلیقی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں اور اپنے عہد کے قلمکاروں کا شناخت نامہ اور مستقبل کے محقق کے لیے ایک مستند ذریعہ تحقیق ہوتےہیں۔ان ادبی رسائل کے ذریعے اہل قلم و تخلیق کار اپنے عہد کی ترجمانی مؤثر انداز میں کرتے نظر آتے ہیں۔

بقول پروفیسر حسن اکبر کمال:

> "کسی قوم کی تہذیب و ثقافت اس کی ترقی کا زینہ اور اعلیٰ انسانی اقدار کا خزینہ ہوتی ہے۔ادب تہذیب و تزئین حیات کرتا ہے انسانی کردار پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اور شخصیت کی تشکیل ترتیب و توازن کے عمل میں مددگار اورراہنما ثابت ہوتاہے۔ادب لکھے ہوئے لفظ کی صورت میں کتاب اور ادبی رسائل کے ذریعے معاشرے میں بسنے والےخواندہ افراد تک پہنچتا ہے۔"(۱)

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

پاکستان میں جہاں مختلف شہروں سے مختلف رسائل شائع ہوتے رہے ہیں۔ وہاں کراچی سے بھی رسائل و جرائد کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سلسلے میں کراچی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ انور سدید کہتے ہیں:

"آبادیوں کے تبادلے کے بعد سب سے پہلے کراچی کو ایک اہم ادبی مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی۔ بر صغیر سے ہجرت کرنے والے رسائل نے اس شہر سے تجدید اشاعت کی تو ادب کا مطلع ایک بار منور نظر آنے لگا"۔(۲)

اس شہر کی خصوصیات میں صرف اس بات کو اہمیت حاصل نہیں کہ یہ بانی پاکستان کی جائے پیدائش ہے، پاکستان کا پہلا دارالخلافہ رہا ہے، سمندر کے کنارے آباد ہونے اور بندرگاہ ہونے کی وجہ سے اس کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے یا اس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کی اولین قرار داد یہاں منظور کی گئی تھی، بلکہ کراچی کا وصف یہ ہے کہ یہ علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا مرکز رہا ہے۔ تقسیم کے نتیجے میں ہونے والی ہجرت کے سبب ہندوستان کے اکثر ادباء و شعراء نے اس شہر کو اپنا مسکن بنایا تو علم و ادب کی محفلوں نے اس شہر پر راج کرنا شروع کر دیا۔ اور کراچی ادب کا ایک مضبوط قلعہ قرار پایا۔

کراچی میں اردو شعر و ادب کی ابتداء انگریزوں کے دور اقتدار سے ہی ہو گئی تھی مگر اس میں اصل نکھار اور خوبصورتی قیام پاکستان کے بعد پیدا ہوئی۔ جب بر صغیر کے چوٹی کے اہل قلم نے اس سر زمین پر اپنے قدم رکھے تب کہیں جا کر اس شہر کی ادبی حیثیت کو دنیا نے تسلیم کیا۔ عثمان دموہی لکھتے ہیں:

"کراچی میں اردو شعر و ادب کی ابتدا انگریزوں کے قبضے کے بعد سے ہوئی۔ وہ اس طرح کہ اس دور میں کراچی کے ایک خوشحال شہر کی حیثیت سے ابھرنے کی وجہ سے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے جو لوگ ہجرت کر کے کراچی میں آبا ہوئے ان میں یوپی کے لوگ بھی شامل تھے۔ وہاں یہ اپنے شہروں میں فرصت کے اوقات میں تفریح طبع یا اپنے ذوق کی تسکین کے لیے شعر و ادب کا سہارا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے یہاں بھی اپنی تفریح طبع کے لیے شعری اور ادبی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور باہم شعر و ادب کی محفلیں منعقد کرنے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

لگے۔مقامی لوگ اردو ادب کی کشش سے متاثرہوئے بغیر نہ رہ سکے اور وہ بھی اردوشعر و نثر پر طبع آزمائی کرنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر اردو ادب کا گہوارہ بن گیا"(۳)

پاکستان میں ادبی پرچوں کی روایت بڑی توانا رہی ہے۔ادب لطیف اور مخزن جیسے پرچے تو اس زمانے میں کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکے تھے جب کہ دبستان سرگودھا اور لاہور کے ترجمان "اوراق" اور " فنون" بھی اپنے عہد سے نکل کر تاریخ میں جگہ بنا رہے تھے۔قیام پاکستان کے بعد شاہد احمد دہلوی بھی اپنا پرچہ "ساقی" کراچی لے کر آئے۔اس کے علاوہ کراچی سمیت ملک کے دیگر ادبی مراکز سے نکلنے والے پرچے یا تو بند ہو چکے تھے یا آخری سانسوں پر تھے۔اس طرح کے ہمت شکن زمانے میں کراچی سے نکلنے والا"دنیا زاد" تازہ ہوا کا جھونکا محسوس ہوا۔اور اس کا کلیدی کردار ہے۔جو کسی بھی طرح سے فروغ ادب میں کم نہیں۔جس نے ادب کے فروغ کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔یہ کامیابی سے اشاعت پذیر ہی نہیں ہوا بلکہ مقبول بھی ہوا۔آصف فرخی کی ادارت میں "دنیا زاد" کی اشاعت شہر زاد پبلشرز کراچی سے۲۰۰۰ء میں شروع ہوئی۔اس کے اجراہ کے بارے میں آصف فرخی یوں رقم طراز ہیں:

"یہ ضمیر نیازی صاحب ہی تھے کہ خیال افروز ادبی و علمی کتابوں کی ترویج واشاعت کے لیے ادارہ قائم کرنے کا مشورہ دیابلکہ اس کو عملی شکل دینے پر جٹ گئے۔ضمیر نیازی کی مرتب کردہ "زمین کا نوحہ" شائع کرنے کی غرض سے یہ ادارہ وجودمیں آیا"دنیا زاد" کا اجراء اور پھر موضوعات و انداز کا تعین ان ہی کے مشورے سے ممکن ہو سکا۔"(۴)

دنیا زاد کا کتابی سلسلہ ۲۰۰۰ء سے شروع ہوا جس کے سال میں تین شمارے نکلتے تھے۔کتابی سلسلے کا ۲۷۱صفحات پر مشتمل پہلا شمارہ اکتوبر۲۰۰۰ء میں شہر زاد پبلشرز کراچی سے شائع ہوا۔اس کا انتساب "قمر جمیل" کے نام ہے اور سر ورق کا ڈیزائن خدا بخش ابڑو کا تیار کیا ہوا ہے۔"دنیازاد"کی یہ

پہلی کتاب دانتے کے جہنم میں سفر کے ایک نئے باب میں کھلتی ہے۔ اس کتابی سلسلے کے آغاز کی وجہ تسمیہ آصف فرخی خوبصورت انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

> "کہانی یہاں تک پہنچی تو وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اس نے شاہی حرم سرا کے بھاری پردوں میں سے جھانک کر دیکھا۔ کھڑکی کے باہر رات ڈھل رہی تھی۔ صبح کا تارا چمکا تو اس نے دنیازاد کی جانب نگاہ کی۔ وہی اس کی ماں جائی اور کہانیوں کی ہم راز، جس نے رات کے پچھلے پہر کہا تھا: اے ہمشیرہ کوئی کہانی سنا کہ ہم سب کی رات کٹے، اور اس نے جواب دیا تھا کہ بسر و چشم، بشرطے کہ اس کی اجازت مل جائے۔ دنیازاد کے کہنے پر اس نے سلسلہ چھیڑا اور یہاں تک بیان کیا کہ صبح کے آثار دکھائی دیے۔ کہانی ایک منزل تک پہنچی۔ اس کی شریک واردات نے کہا، تیری کہانی کیسی لطف سے بھری اور شیریں اور عمدہ اور دلنشین ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تو نے آج کہانی سنی، اگر اس دن کے بعد میں ایک رات اور زندہ رہی اور بادشاہ شہریار نے مجھے موت کے گھاٹ اتار نہ دیا تو جو کہانی میں پھر بیان کروں گی وہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہو گی اور اے دنیازاد، جو کہانی میں کل رات کہوں گی اس کا تو کہنا ہی کیا۔۔ بڑھتی، رکتی کہانی میں ہنکارا بھرنا کہ بادشاہ قتل سے باز رہے اور کہانی کو ایک نئی صبح مل جائے اور پھر اس سے اگلی، دنیازاد کا جواز یہی ہے۔ اس مقصد کے تحت اس کتابی سلسلے کا آغاز کیا گیا۔"[۵]

اس جریدے نے اردو ادب کا شاندار انتخاب پیش کیا جس میں دیگر زبانوں کے ادبی کاموں کے اردو تراجم بھی شامل ہیں۔ "دنیازاد" نے ابھرتے ہوئے مصنفین اور شاعروں کو ایک پلیٹ فارم بھی فراہم کیا۔ "دنیازاد" کی اشاعت اشاعتی ادارے "شہرزاد" گھر سے ہوتی تھی جسے آصف فرخی نے ۱۹۹۹ء میں قائم کیا تھا۔ آصف فرخی کے رسالے "دنیازاد" اور اس کے اشاعت گھر شہرزاد دونوں کا نام کلاسیکی داستان الف لیلہ کے دو اہم کرداروں کے نام پر رکھا تھا اس بارے میں مبشر زیدی لکھتے ہیں:

"آصف بھائی کے پرچے کا نام "دنیازاد" تھا اور ادارے کا نام "شہرزاد"، یہ دو بہنیں ہیں جن میں ایک شہزادی دوسری کو ایک ہزار ایک راتوں تک کہانیاں سناتی ہے۔ اس داستان کا نام الف لیلہ ہے۔"(۶)

اس ادبی جریدے کی خوبی یہ ہے کہ اس کا ہر شمارہ دیگر موضوعات کے علاوہ اپنے اندر کس مخصوص موضوع کو بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ اسے بین الاقوامی پزیرائی حاصل تھی۔ اس رسالے نے اپنی اشاعت کے ذریعے نہ صرف مختلف زبانوں میں لکھا جانے والا ادب پیش کیا بلکہ کئی نئے لکھنے والوں کو بھی متعارف کروایا۔ آصف فرخی کو بیک وقت اردو اور انگریزی ادبی دنیا میں شناسائی تھی۔ اس کا مطالعہ دونوں زبانوں میں باخبر ادیب کی طرح تھا۔ وہ دنیازاد کے لیے خود بھی لکھتے اور آس پاس اندرون ملک اور بیرون ملک سے تحریر منگواتے رہتے تھے۔ کیوں کہ مدیر کبھی بھی اچھا رسالہ نہیں نکال سکتا جب تک وہ گہرائی تک کی معلومات نہ رکھتا ہو۔ "دنیازاد" کی شکل میں آصف فرخی کی دنیا بھر کے ادب کو گویا ایک دائرے میں سمیٹ لینے کی کوشش تھی۔ شمس الرحمٰن فاروقی کہتے ہیں:

"آصف نے جو رسالہ نکالا اس کا تناظر بہت وسیع تھا۔ اس میں ہر ملک کے ہر طرح کے لوگوں کا ذکر ہے وہ معاصر دنیا سے متاثر تھے، لیکن ایسے متاثر نہیں تھے کہ ادب کو بھول جائیں۔ انھوں نے بہت سے ایسے لوگوں کو ہمارے سامنے لا کر رکھا جن کے بارے میں ہم صرف سنتے ہی تھے۔"(۷)

"دنیازاد" ایک منفرد قسم کا رسالہ تھا۔ ہر شمارے کے لیے اس کا ایک موضوع منتخب کیا جاتا اور اس حوالے سے رسالہ مرتب کیا جاتا۔ جس میں روایت پسند اور جدیدیت پسند ادیبوں کے ساتھ ساتھ ترقی پسند اہل قلم کو بھی شائع کیا گیا۔ جہاں عالمی سطح کے اہل قلم مثلاً نوم چومسکی، ایڈورڈ سعید، ارون دھتی رائے، نجیب محفوظ، حمزہ علی، محمود درویش، راہل مہاجن، رابرٹ فسک کی تخلیقات کے تراجم شائع ہوتے وہیں فیض احمد فیض، شیخ ایاز، حسن عابدی، انور احسن صدیقی، اسلم فرخی، مسعود اشعر، انوار احمد، فہمیدہ ریاض، رضیہ فصیح احمد، زاہدہ، حنا، کشور ناہید اور ایسے بیسوں ترقی پسندوں کی تخلیقات تواتر سے شائع ہوتی رہیں۔

"دنیازاد" آصف فرخی کے مزاج کا بہترین پرتو ثابت ہوا۔ تازہ کاری، نت نئے موضوعات کی تلاش، ہم عصری ادبی رجحانات کی عکاسی، پاکستانی زبانوں میں ہونے والے تخلیقی تجربات کے اردو تراجم اور پھر ان سب کی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

پیشکش میں ایک غیر روایتی اسلوب، یہ سب عناصر "دنیازاد" کو دنیازاد بناتے ہیں۔"دنیازاد" کی ایک یہ بھی خاصیت تھی کہ اس نے نظم ونثر، افسانے، تنقید اور تراجم میں کسی ترتیب کو مستقل حیثیت نہیں دی۔ بلکہ اس نے ہر چیز کو نیا بنا کر پیش کیا۔ یہی ان کا مقصد تھا۔ "دنیا زاد" میں جس چیز کو نئے انداز میں برتنے کی کوشش کی وہ اساطیری موضوعات، اساطیری کردار، اور قدیم داستانوں سے اخذ کردہ لفظیات، تراکیب اور خیالات کو آج کے موضوعات پر منطق کرنے اور ان کے معنی خیز اور دلچسپ روش تھی۔ یہ ماضی اور حال کے درمیان ایک رشتہ بنانے اور اس رشتے کو باور کرانے کی ایک اچھی کوشش تھی۔ جس نے جلد ہی پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دنیازاد کی کتاب نمبرے میں کچھ ادباء کی آراء تحریر ہیں۔ ادا جعفری لکھتی ہیں:

> "دنیازاد" تمام رسالوں کی روش سے ہٹ کر بہت فکر انگیز اور قابل داد رسالہ ہے۔ اس کی ترتیب میں آپ کا حسن انتخاب پر کشش ہے مجھے یقین ہے ادبی حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شادمان اور کامیاب رکھے۔"

جوگندر پال (نئی دہلی)

> "دنیازاد کی تیسری کتاب میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھی ہے۔ نہایت متنوع، مفید اور زندہ ہے۔ آپ کی مہم جو جوش آفریں شخصیت کے عین مطابق۔ مبارکباد!"۔(۸)

"دنیازاد" کا یہ پہلو بھی بہت قابل تحسین ہے کہ آصف فرخی نے ہم عصر دنیا میں ہونے والے تلاطم خیز واقعات، عالمی سیاست کی بے مہر تبدیلیوں، بڑی طاقتوں کی سفاک سیاست اور ان سب کے نتیجے میں ابھرنے والے تہذیبی وثقافتی رجحانات اور تخلیقی تجربات سے لمحہ بہ لمحہ واقف رہنے کا مظاہرہ کیا۔ "دنیازاد" نے کچھ خصوصی شمارے بھی بے نکالے ان میں " عاشق من الفلسطین" کے عنوان سے دو جلدوں پر مشتمل جو خصوصی شمارہ، شائع کیا وہ اردو زبان میں فلسطین کے متعلق نمائندہ ادب کا بہترین مرقع تھا۔ یہ اشاعت فلسطین کی صورت حال اور اس کے مضمرات کے حوالے سے تھی۔ جو تاریخی، سیاسی، سماجی، تجزیے اور شعر وافسانے کے انتخاب پر مشتمل تھی۔

عراق پر امریکی جارحیت کے پس منظر میں "دنیازاد" کے خصوصی شمارے کا عنوان "میں بغداد ہوں" تھا۔ اس شمارے میں یورپ، امریکہ، عالم عرب اور برصغیر کے اہل قلم کی تحریریں غم وغصے، احتجاج، ملال اور پھر اٹھ

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

کھڑے ہونے کے رویوں کا اظہار ہے۔ یہ تحریریں بصرہ و بغداد سے کراچی اور لاہور سے ہم آغوش ہونے اور وسیع تر انسانی تہذیب کی مشترکہ ابتلاؤں اور نجات کی مشترکہ خواہشوں کے اظہار پر صادر کرتی نظر آتی ہیں۔

یہ خصوصی اشاعت بنا محفل (اداریہ) کے گیارہ حصوں پر مشتمل جنگ کی تباہ کاریوں، امریکی جارحیت، یلغار، امریکہ کے اہداف وغیرہ نظم و نثر کی شکل میں بے نقاب کرتی ہے۔ جس میں دنیا بھر کے ادیبوں کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی اور مذہبی احوال واقعی، تجزیے اور ادبی مباحث اور آنکھوں دیکھے احوال سب کو اکٹھا کر کے یہاں پیش کیا گیا ہے۔ اس زمرے میں آصف فرخی کہتے ہیں۔

> "بحران، حملہ، آزادی کے نام پر قبضہ۔۔۔۔ دنیا صدمے اور حیرت کے عالم میں دیکھتی رہ گئی کہ یہ حالات نہ تو ہم سے دور ہیں اور نہ لاتعلق، اعجاز احمد کے ایک تجزیے کے مطابق" وہ جس کی توقع تھی، جس کا اندیشہ تھا، جو ناقابل بیان ہے۔ شروع ہو چکا ہے۔۔۔۔" دنیازاد" کی اس خصوصی اشاعت کا موضوع بھی یہی ہے۔"(۹)

بین الاقوامی ضابطہ عمل کو نظر انداز کر کے ایک ملک پر اس طرح یلغار کی شاید کوئی اور نظیر نہ ملے۔ اس طرح اس جنگ کے خلاف عالمی رائے عامہ کا برملا اظہار بھی اہم ہے۔ امریکی حکومت نے اپنے بے جواز موقف پر جس طرح ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا، وہ دنیا بھر کے شاعروں، ادیبوں، فن کاروں کے احتجاج کا ایسا موجب بنا جس کی مثال اس عہد میں نہیں ملتی۔ وہ ہندوستان کی ارون دھتی رائے ہوں یا جرمنی کے گنٹر گراس، زاہدہ حنا ہوں یا میکسیکو کے کارلوس فیونتیس جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے غاصب طاقتوں کے ارادوں کو "دنیازاد" کی اسی خصوصی اشاعت میں بے نقاب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس خصوصی شمارے کا نام "میں بغداد ہوں" رکھا گیا۔

نو گیارہ کے بعد دنیا دہشت گردی کے جس چنگل میں پھنسی، اس حوالے سے بھی "دنیازاد" میں قلم کاروں کا بیانیہ نظم و نثر کی شکل میں ایک خصوصی شمارے میں یکجا ہوا۔ اس شمارے کا عنوان تھا "دنیا دنیا دہشت ہے" جتنی دہشت انگیز دہشت گردی تھی شاید اتنا ہی دہلا کر رکھ دینے والا یہ عنوان تھا۔ اس خصوصی شمارے کے متعلق آصف فرخی کا کہنا ہے کہ

> "سات سمندر پار نیویارک شہر کی ایک عمارت کے مینار پر برپا تباہی کے اثرات نے قصوں کے رسیا اور شاعری کے جویانے "دنیازاد" کے فوری منصوبوں کو تلپٹ کر کے

رکھ دیا۔ ہمیں باقی ارادے طاق پر رکھ کر اس رنگ بدلتی دنیا کو سمجھنا ضروری معلوم ہوا۔ یہ خصوصی اشاعت اس سلسلے کی ایک ابتدائی کوشش ہے۔"(۱۰)

"دنیا دنیا دہشت ہے" نام کا یہ ۵۸۶ صفحات کی ضخامت پر مشتمل خصوصی شمارہ مئی ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔ یہ کل دس حصوں پر مشتمل ہے۔ اور ہر حصہ انفرادیت کا حامل ہے۔ پہلے حصے میں دہشت گردی کی اصطلاح کو مزید کھولنے کی کوشش کی گئی۔ دوسرا حصہ شخصی ذاتی احوال پر مبنی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی مگر ذاتی انفرادی آوازیں جو کہیں دب جاتی ہیں ان کی بازیافت اس حصے کا خاصہ ہے۔ تیسرے حصے میں الزام تراشی کی زد میں آئے ہوئے ایران امروز سے لے کر ہمارے اس ماضی کے قصوں تک جو ابھی بعید نہیں ہوا ایسے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ آصف فرخی، اسلم فرخی، انور احسن صدیقی، سید الدین، انعام الدین، نیلم احمد بشیر اور معین نظامی جیسے ادیبوں کے مضامین شامل ہیں۔

"زخمی دنیا کے مراسلے" سیاسی تجزیوں پر مشتمل اس حصے کا نام ایک نئی کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ حصہ مختلف ممالک اور الگ الگ نقطہ نظر رکھنے والے مبصرین کے تجزیوں سے عبارت ہے۔ تجزیہ نگاروں میں مسعود اشعر، کاشف رضا، اجمل کمال، انور احسن صدیقی اور آصف فرخی اور دوسرے ملکی اور غیر ملکی ادیب شامل ہیں۔ اس طرح ہر حصے میں نظم و نثر کی شکل میں مختلف مباحث ہیں۔ بہر حال افغانستان اس شمارے کا مرکزی حوالہ ہے۔ شمارے میں عالمی سطح کے قلم کار جن کی تحریروں کو اردو میں ڈھالا ان میں نوم چومسکی، ایڈورڈ سعید، پیٹر کیری، رچرڈ فورڈ، ایلس واکر، قابل ذکر ہیں۔

"عاشق من الفلسطین، میں بغداد ہوں، دنیا دنیا دہشت ہے" یہ تینوں خصوصی شمارے ہیں۔ بعد ازاں "دنیازاد" کے کم و بیش ہر شمارے کو کوئی نہ کوئی عنوان دیا گیا، خواہ وہ خصوصی شمارہ نہ بھی رہا ہو البتہ یہ عنوان مذکورہ شمارے میں شامل چند خصوصی تحریروں کے حوالے سے قائم کیا جاتا تھا۔ کچھ عنوان مثلاً یہ تھے، کوئے ملامت، پرندوں کے قافلے، قافلہ اعتبار، وقت کا باغ، جل دھارا، وجود آدم کی مٹی کیا ہے، ایسے لیل و نہار، کھڑکی میں چاند، تاریخ کے موڑ پر، آرزو ہے تو زندگانی ہے اور خوابوں کا جزیرہ وغیرہ، عنوانات قائم کرنے میں آصف فرخی کی اختراع پسندی اور چیزوں کو کہانیوں کے روپ میں دیکھنے اور دکھانے کا رویہ واضح طور پر جھلکتا ہے۔

اس سلسلے میں خالد جاوید کہتے ہیں:

"آپ دنیازاد کے تمام شماروں اور بالخصوص خصوصی شماروں کے ٹائٹل، تھیم اور مشمولات پر نظر ڈالیے اور آپ کو اس امر کا بخوبی احساس ہو جائے گا کہ آصف کی ادبی ترجیحات کیا تھیں اور اس کی حساس روح میں اپنے عہد کے آشوب اور مصائب کے لیے کیسی تڑپ تھی۔"(۱۱)

"دنیازاد" کا تخلیقی دور بیس سال پر محیط ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں پہلا شمارہ اور اکتوبر ۲۰۲۰ء میں آخری شمارہ شائع ہوا۔ اس بیس سالہ دور میں کل انچاس ۴۹ شمارے شائع ہوئے۔

"دنیازاد" کا پہلا شمارہ ابتدائی کوشش تھی اور داستان کا آغاز تھا۔ یہ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے ابتدائی نثری قلم کاروں میں انتظار حسین، انور احسن صدیقی، فہمیدہ ریاض، الطاف فاطمہ معتبر نام اور باقی دوسرے نئے قلم کار شامل تھے۔ غزل میں مبین مرزا، اکبر معصوم، انعام ندیم اور نئے قلم کار شامل تھے۔ عالمی سطح کے قلم کاروں میں جیوف ڈائر، مائیکل باس، امامہا دیون داس گپتا، ریمنڈ کارور اور فرانس فورڈ کپولا شامل ہیں۔ اور مترجم میں انور زیدی، زاہد حسین، عطا صدیقی، شاہ محمد پیرزادہ، آصف فرخی جیسے قلم کار شامل ہیں اور نظموں میں حارث خلیق کا نام نمایاں ہے۔

دنیازاد کی ابتدائی کوشش کا پہلا شمارہ شائع ہونے کے بعد فہمیدہ ریاض لکھتی ہیں:

"دنیازاد دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، ایک تو نام ہی خوبصورت اور خیال افروز ہے، پھر رسالہ صورت اور سیرت میں خوش نما اور خوش آئند لگتا ہے۔ یہ رسالہ ایک خلاء کو پر کر سکتا ہے۔"

فہمیدہ ریاض مزید آصف فرخی کو مشورہ دیتے ہوئے کہتی ہیں:

"عزیزی تمہارے متعدد تراجم اور انتخابات ادب سے تمھاری دلی وابستگی اور ترجیحات کے شاہد ہیں۔ مگر احتیاطاً پھر بھی یہ نکتہ قابل غور ہو گا کہ دنیازاد کو شتر گربگی کا شکار نہ بننے دیا جائے، اس کے اوراق میں ہمیں خواہ "دنیا کا بہترین" ادب نہ ملے مگر اس میں شائع ہونے والی تحریریں انسانی قدروں کے منافی نہ ہوں۔"(۱۲)

"دنیازاد" کی ابتدائی کاوش اور اشاعت کے بعد آصف فرخی پر امید دکھائی دیتے ہیں اور تحریروں کے موضوعات، مواد، ڈیزائن اور پیشکش اشاعت کے لیے مزید کوشش اور بہتر سے بہتر بنانے کے خواہاں دکھائی دیتے ہیں وہ یوں رقم طراز ہیں:

> "دنیازاد" کی پہلی کتاب کو پڑھنے والوں کی طرف سے جو پزیرائی ملی۔ اس سے ہمارا حوصلہ بھی بلند ہوا اور اپنی فرو گزاشتوں پر شرمندگی بھی۔ آغاز داستان کے اس ابتدائی مرحلے پر ہمارے جو خواب ہیں وہ آہستہ آہستہ ہی کاغذ پر ڈھل سکیں گے۔ اس دوران ادب نواز دوستوں کے مخلصانہ مشورے ہمارے لیے مشعل راہ بنے رہیں گے اور آئندہ کتابوں کی ترتیب کے وقت ہم کوشش کریں گے کہ ان توقعات پر پورا اتریں۔"(۱۳)

"دنیازاد" کے ابتدائی شماروں کی فہرست مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دی جاتی تھی۔ یہ عنوان اہمیت کے حامل تھے۔ ان کے پیچھے کوئی پس منظر پوشیدہ تھا۔ ہر کتاب اداریے سے آشکار ہوتی ہے جو کہ "محفل" کے نام سے آصف فرخی خود لکھتے اور یہ بڑے خاصے کے چیز ہے۔ پہلا حصہ "مضمون پریشان" کے نام سے ہوتا جس کے بارے کہا جاتا ہے ادب اور فن وثقافت پر سوال اٹھانے کے لیے "مضمون پریشاں "کا عنوان قائم کیا گیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی پیش رفت کے سامنے شاعری کی اہمیت اور کتاب کی بدلتی ہوئی شکل کے حوالے سے ایک تحریر یہاں اس امید سے شامل کی جاتی کہ بات سے بات نکلے اور اس مسئلے کے مختلف رخ سامنے آسکیں۔

"جہاں گشت "کا عنوان اخبار وافکار کے لیے قائم کیا گیا جس میں مختلف ذرائع سے تذکرے اور تبصرے شامل ہیں۔ "جہاں گشت" کا آغاز ممتاز نقاد آل احمد سرور کو خراج تحسین سے ہوتا ہے۔ سرور صاحب کی ۹۰ ویں سالگرہ کے موقع پر شمس الرحمٰن فاروقی نے یہ مضمون پڑھا جو صرف شخصی عقیدت کا اظہار نہیں، دانش وری اور تنقیدی منصب کے حوالے سے بھی اہم ہے اس بارے آصف فرخی یوں رقم طراز ہیں:

> "جہاں گشت "کا عنوان اسی خیال کے تحت قائم کیا گیا ہے کہ عصر حاضر کی دید ودانش کو کچھ اور کریدا اور کھنگالا جائے، مسائل وتجزیے کے عالم گیر مکالموں میں شرکت کی

جائے اور ان پہلوؤں پر غور و خوص فراہم کیے جائیں جو ہمارے ذرائع ابلاغ سے نظر انداز ہو جاتے ہیں"۔(۱۴)

ان کے علاوہ خود کشی کا جنگل، کتاب تعزیت، خصوصی مطالعہ، اور نئی آواز بھی فہرست کے عنوانات بنتے رہے ہیں۔ پہلے ۹ شماروں تک (سوائے خصوصی شماروں کے) یہ عنوانات قائم رہے اس کے بعد عنوانات کے بغیر فہرست مرتب ہوتی رہی۔ "دنیازاد" کی ابتدائی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو پہلا شمارہ نسبتاً کم معروف لکھنے والوں کی تخلیقات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلو قابل تعریف ہے کہ "دنیازاد" نے اپنی جاذبیت اور کشش بڑھانے کے لیے مشہور ترین لوگوں سے استفادہ نہیں کیا، اگرچہ بعض تحریریں فنی طور پر کم زور ہیں مگر اپنی ندرت اور تازگی کی وجہ سے متاثر ضرور کرتی ہیں۔ مثلاً حارث خلیق کی نظمیں اپنی سطحیت اور یک رخے پن کے باوجود نئے تجربات کے طور پر ایک اہمیت ضرور رکھتی ہے اور ہر نیا تجربہ امکانات کی ایک دنیا اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ "دنیا زاد" کہانی اور کہانی کاروں کے متعلق کچھ سوال اٹھاتا ہے اور ہر سوال میں ایک ڈنک چھپا ہے۔ افسانہ نگاروں پہ لازم ہے کہ تریاق ڈھونڈیں۔

پہلی اشاعت کے بعد جلد ہی "دنیازاد" اپنی شگفتگی اور تازگی کی وجہ سے اپنا منفرد مقام بنا گیا۔ یہ کسی تحریک سے متاثر نظر نہیں آیا اور نہ ہی ادب کی قد آور شخصیتوں سے اپنے وقار کو بڑھانے کی سعی اس رسالے میں نظر آتی ہے۔ رسالے کے صفحات پر جن ادیبوں کی تخلیقات ہیں ان کا منفرد مقام ہے۔ اور ان کی تخلیق میں ان کی انفرادیت نمایاں ہے۔ بہت رسالوں کے مدیر اپنے رسالوں کی بابت انگریزی کے اخبارات اور جریدوں میں تبصرے چھپوا کر اہمیت جتانا چاہتے ہیں لیکن "دنیازاد" کو پڑھ کر ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

دیکھتے ہی دیکھتے "دنیازاد" کی حیثیت مستحکم ہو گئی۔ ادبی حلقوں میں نام ہو گیا۔ آصف فرخی پرانے اور نئے ادیبوں کا ایک شان دار حلقہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی خاندانی وجاہت اور ادبی وراثت نے "دنیازاد" کا استحکام بخشنے میں بڑی مدد کی۔ پھر ان کا اپنا ذوق ادب اور اچھی تحریروں کی تلاش و جستجو "دنیازاد" میں شائع ہونے والی ہر تحریر کا غور و فکر اور ادارتی ذمہ داری سے جائزہ سبھی "دنیازاد" کی کامیابی میں معاون ثابت ہوئے۔ انتظار حسین کہتے ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

"وہ اپنے پیشے سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں کہ وہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور انہیں باہر کی دنیا میں بہت سفر کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ساتھ وہاں یہ کام بھی کرتے ہیں۔ یونیسکو کے واسطے سے یا کسی اور واسطے سے گئے تو دیکھتے ہیں کہ وہاں کون کون سے ادبی حلقے ہیں، آرٹ گیلریز ہیں، Literary Academy ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اسطرح ان کے مشاہدے نے وسعت پیدا ہوئی ہے اور اس کی بہترین مثال دنیازاد ہے۔"(۱۵)

"دنیازاد" کے اجراء کے وقت کراچی سے شائع ہونے والے مکالمہ، ماہنامہ آئندہ، کتابی سلسلہ روشنائی، ماہنامہ سخن ور اور سہ ماہی بادبان ادبی دنیا میں مقبول تھے۔ خصوصی طور پر ناصر بغدادی کے "بادبان" کے ساتھ ساتھ اجمل کمال بھی اپنے پرچے "آج" اور سید کاشف رضا "کہانی رنگ" میں پرانے اور نئے لکھنے والوں کی تخلیقات بڑی محنت اور سلیقے سے یک جا کرتے آئے ہیں اور لکھنے والوں کی ایک کہکشاں مرتب کرتے آرہے ہیں۔ ادبی رسالوں کے اس ماحول میں "دنیازاد" کی حیثیت اور اہمیت کو منوانے کے لیے آصف فرخی کو غیر معمولی محنت کرنا پڑی۔ انھیں افسانے اور مترجم سے گہری دلچسپی تھی اس لیے انھوں نے افسانے کو فروغ دیا اور "دنیازاد" میں اعلیٰ درجے کے افسانوں کی اشاعت کو خصوصی اہمیت دی۔ دوسرا یہ کہ اردو میں مغرب کے شاہ کار افسانوں اور مغربی کاسک اور عصری ادب کے اعلیٰ اور مستند تراجم بھی "دنیازاد" میں شائع ہوئے۔ تاکہ تمام قاری کو یہ اندازہ ہو سکے کہ مغرب کی فکر انداز اور ادبی رعنائی کو اہمیت کیوں دی جاتی ہے اور اس کا مطالعہ کیوں ضروری ہے۔ ماضی میں امریکہ، یورپ، یونانی اور دیگر یورپی زبانوں کے ادبی شاہ کاروں تک رسائی مشکل سمجھی جاتی تھی۔ لیکن "دنیازاد" نے اس مطالعے کو فروغ دیا۔ آصف فرخی نے خود بھی ترجمے کیے اور دوستوں سے بھی کروا کے "دنیازاد" میں شائع کروائے۔ بقول عثمان قاضی: "ہمارے ہاں غیر ملکی ادب سے روشناسی اکثر انگریزی ادب تک محدود رہتی ہے یہ سہرا آصف فرخی اور محترم اجمل کمال کے سر جاتا ہے کہ انہوں نے دیگر زبانوں ہسپانوی، اطالوی، عربی، ہندی، تمل، پنجابی، پرتگیزی ادب کو براہ راست یا انگریزی ترجمے کی راہ سے ہم تک اردو میں پہنچانے کی ابتداء کی۔ ان اصحاب کی کاوشیں نہ ہوتیں تو کم از کم اس خادم جیسے لوگ تمام عمران زبانوں کے ادب سے واقف نہ ہو سکتے۔"

سچ تو یہ ہے کہ اس رسالے نے آخر کار اردو ادب کا جھنڈا وہاں گاڑ دیا جہاں انگریزی کے ادیب اسے رشک کی نگاہ سے دیکھنے کو مجبور ہو جائیں گے۔

"دنیازاد" کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں:

> "ان دنوں جدید فکر و نظر کے حامل ان پرچوں کا بہت چرچا ہے۔ یہ ہیں ناصر بغدادی کا بادبان، آصف فرخی کا "دنیازاد" اور مبین مرزا کا مکالمہ"۔(۱۶)

اگر "دنیازاد" کے نظم و نثر کے قلم کاروں کی بات کریں تو ایک لمبی فہرست بن جائے گی لیکن ان میں معتبر اور سینئر کی بات کریں تو انتظار حسین کا "دنیازاد" سے گہرا تعلق پہلے شمارے سے ہی قائم ہو گیا تھا۔ وہ بار بار پوچھا کرتے تھے کہ اگلا پرچہ کب آئے گا، اور اس میں دیر کیا ہے۔ انتظار حسین "دنیازاد" میں بڑی خوبصورتی سے محمد حسین آزاد کی آخری عمر کی تحریروں میں شعور کی رو کا سراغ لگاتے نظر آتے ہیں تو کہیں تاریخ، کلچر اور قدیم سرمائے پہ نظریاتی تنقید بہت عمدگی سے کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر شمس الرحمٰن فاروقی کی بات کریں تو یہ کہیں اقبالیات کے نئے گوشوں پر روشنی ڈال رہے ہیں، تو کہیں ایک منفرد انداز میں اکبر الہٰ آبادی کی شعری اہمیت اور فکری معنویت کا جائزہ لے رہے ہیں اور کہیں قدیم و جدید ادب کا مطالعہ یکساں وقت نظر سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ میر و غالب کے اشعار کی تفہیم اس کی مثال ہے۔ آج جب کہ شفیق الرحمٰن اور محمد خالد اختر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں تو جہاں سے شاخ ٹوٹی وہیں سے شاخ پھوٹی کے مصداق ڈاکٹر طاہر مسعود نے اس خلاء کو پر کر دیا ہے۔ "دنیازاد" میں طاہر مسعود کی مزاحیہ تحریریں بہت پر لطف ہیں خصوصاً "کہانی کار ابھی زندہ ہے" طاہر مسعود نہ صرف ایسے کی روح میں اترتے ہیں بلکہ ان کا قلم مزاح کے پھول بھی کھلا دیتا ہے۔ ان کا مزاح خصوصاً "دنیازاد" کو زعفران زار بنا دیتا ہے۔

اس کے علاوہ شعر و سخن کی بات کریں تو "دنیازاد" نے اپنی ابتداء سے انتہا تک موزوں سخن وروں کے کلام سے بزم سخن سجائی ہے۔ اس بزم سخن میں بوڑھے، جوان، رنگ قدیم کے ماہر، رنگ جدید کے پیرو، ترقی پسند اور جدت پسند سبھی شامل ہیں۔ غزل و نظم میں منفرد انداز اختیار کرنے والوں میں حارث خلیق، ن م دانش، کشور ناہید، زہرا نگاہ، منیب الرحمٰن، افضال احمد سید، کاشف حسین غائر، اکبر معصوم اور مصطفیٰ ارباب معتبر نام ہیں، لیکن منیب الرحمٰن بااعتبار عمر بزرگ شعراء میں سے ایک ہیں اور ان کی نظموں میں پختگی کے ساتھ ساتھ احساس و بیان کی تازگی توجہ کے لائق ہے۔ یہی احساس زہرا نگاہ کی نئی نظموں سے بھی نمایاں ہے اور نظم میں ایک نئی تکنیک پر کاربند ہیں، جس میں معاصر حقیقت کو اپنے مخصوص اسلوب میں اس طرح سامنے لاتی ہیں کہ نظم میں کہانی بن جاتی ہے۔ اسی طرح تنہائی اور رسوائی کے خدشے، رشتوں کی شکست و ریخت اور اپنے تجربے کا سامنا کرنے کی ہمت یہ کیفیات

کشور ناہید کی نظموں میں سامنے آ رہی ہیں۔"دنیازاد" معاصر نوجوان شعراء کی پذیرائی کرتا رہاہے۔ آصف فرخی انہیں اہتمام سے چھاپتے تھے۔

"دنیازاد" کے شعراء کا حلقہ وسیع تھا اور اس وسیع حلقے نے "دنیازاد" کی شہرت اور عظمت میں بجا طور پر اضافہ کیا ہے۔"دنیازاد" کا شعری معیار ہمیشہ بلند رہا ہے۔اس میں عام سطح کی کوئی شعری تخلیق کبھی شائع نہیں ہوئی۔

اگر تراجم کی بات کریں تو تراجم کے ذریعے عالمی ادب سے تعارف ہو رہا ہے۔ڈاکٹر سید نعمان الحق نے کتاب الطواسین کے ترجمے کے ذریعے "دنیازاد" کے قارئین کو حسین ابن منصور حلاج کی شاعری کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا۔ نئی نظم کا نمایاں نام افضال احمد سید قدیم ہندوستان کے فارسی گو شاعروں کے مطالعے سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور "دنیازاد" کے لیے ترجمے کیے ہیں۔ آصف فرخی نے بذات خود بھی مغربی فکشن کا بڑے غور سے مطالعہ کیا۔ اس مطالعے سے ان کے تخلیقی سلیقے اور ہنر مندی میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے "دنیازاد" میں مغربی فکشن کے بعض شاہ کاروں کو خود بھی منتقل کیا۔ اگر غور کیا جائے تو آصف فرخی اور "دنیازاد" فکشن میں ترجمے کی روایت کا بہترین امین ہیں۔

افسانے میں پرانا انداز نئی بات کیسے کہہ سکتا ہے؟اس کا منفرد اظہار ناصر عباس نیر نے کیا ہے۔ مگر استدلال کے ذریعے ،تنقیدی مکالمے میں نہیں۔ تخلیقی انداز سے افسانے کے طور پر تنقید میں سکہ جمانے کے بعد ناصر عباس کے افسانوں کو بہت پسند کیا گیا۔ حسن منظر کے افسانے پڑھ کر یقین آنے لگتا ہے، کہ کلاسیکی مزاج کے افسانے لکھنا اب بھی ممکن ہے۔ذکیہ مشہدی کو اس صنف کے نمائندوں اور اہم نثر لکھنے والوں میں جو اہم مقام حاصل ہے۔اس کے بارے میں کوئی شعبہ نہیں رہا۔وہ ایسا لکھنے والی ہیں کہ ان کی ہر نئی کہانی ایک واقعہ معلوم ہوتی ہے۔خالدہ حسین نے پڑھنے والوں کی توقعات کو نہ صرف پورا کیا ہے بلکہ نئی منزلوں کا سراغ بھی دیا ہے۔ چنانچہ ان قلم کاروں میں داستان گو، ماضی کے نوحہ خواں ، کہانی سنانے والے ، افسانہ نگار ،شاعر، خاکہ نگار، مترجم ، عصری تقاضوں اور زندگی کے گہرے شعور، نفسیاتی اور جنسی نزاکتوں کے ترجمان اور تنقید نگار وہ نوجوان ہیں جو آج اردو ادب کے ستون سمجھے جاتے ہیں۔ جو کہ "دنیازاد" نے ان سب کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی ادبی رسالے میں ہر چیز آپ کے مزاج کے مطابق نہیں ہوتی کیوں کہ رسالہ کسی ایک فرد کے مزاج کو سامنے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

رکھ کر ترتیب نہیں دیا جاتا۔ مجموعی طور پر "دنیازاد" کے شمارے بہت اچھے آئے ہیں، جو خاص نمبر نکالے گئے ہیں ان کی اہمیت ہمیشہ رہے گی۔ "دنیازاد" میں کلاسیکی رویوں کے ساتھ ادبی جدتوں کو بھی انفرادیت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان میں ایسا توازن ہے کہ "دنیازاد" کی معنویت ادبی لطافتوں سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔ قاسم یعقوب کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

> "ادبی رسائل کی دوڑ میں بہت کم رسائل اپنی فضا بنانے میں کامیاب ہو پائے ہیں۔ میرے خیال میں معاصر میں منظر نامے میں شاہد چار پانچ رسالے ہی نکل پائیں جو ادبی صحافت کے قریب کسی اصول وضوابط کے پابند ہوں۔ "دنیازاد" ان رسائل میں شامل ہے جو معاصر ادبی منظر نامے میں Participate کی بجائے Contribute کر رہا ہے۔(۱۷)

"دنیازاد" نے پرانے ادیبوں کو سر آنکھوں پر جگہ دی اور نئے ادیبوں کی حوصلہ افزائی کی۔ اگر معیار کی بات کی جائے تو آصف فرخی نے "دنیازاد" کے لیے کمتر درجے کی چیز کو قبول نہیں کیا۔ ہر لکھنے والا خواہش مند رہتا کہ اس میں اس کے مضامین کو بھی جگہ ملے لیکن آصف فرخی کی جانچ پڑتال کے بعد بنا سفارش معیاری تحریریں "دنیازاد" میں شامل ہوتیں۔ "وہ دنیازاد" میں شامل ہر تحریر کو بڑے غور سے پڑھتے تھے۔ رسالے کے پروف بھی خود ہی پڑھتے تھے۔ اس محنت کو غیر معمولی کہا جا سکتا ہے۔ یہ سارا کام خود کرتے اور پوری ذمہ داری سے کرتے اس بات کی تائید میں خالد جاوید کہتے ہیں:

> "آصف سے زیادہ ادب کا پیارکھ میرے ہم عصروں میں کوئی نہیں تھا اور نہ ہی ہے، خراب افسانہ خراب نظم، کمزور مضمون اس کی نظروں سے بچ کر جا ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے دنیا کے اعلیٰ ترین ادب کو نہ صرف پڑھ رکھا تھا بلکہ اسے جذب کر رکھا تھا۔ اس لیے آصف کے ادبی معیار بہت کڑے اور سخت تھے اور اس حوالے سے میں نے آصف کو کوئی سمجھوتا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بیشتر ادیب اور شاعر اس وجہ سے آصف سے شاکی بھی رہا کرتے تھے مگر آصف نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔"(۱۸)

"دنیازاد" کا کتابی سلسلہ شمارہ نمبر ۱ تا شمارہ نمبر ۴۷ تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ اچانک ہی ناگزیر وجوہات کی بناء پر آصف فرخی نے ۲۰۲۰ء کے اوائل میں آخری شمارہ نمبر ۴۸ چھپنے کے ساتھ ہی اشاعت ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس آخری شمارے کا عنوان تھا "کتاب الوداع" اس شمارے میں ان تمام ادبی شخصیتوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا جو حال ہی میں ہم سے جدا ہو کر راہ عدم پر جاچکے تھے۔ ان میں فہمیدہ ریاض، خالدہ حسین، انور سجاد اور ٹونی موریسن شامل تھے۔ تاہم حالات کے پیش نظر انہوں نے کوویڈ -۱۹ کے حوالے سے ایک اور مخصوص شمارہ مرتب کرنے کا فیصلہ کیا جس کا عنوان "وبانمبر" تھا جو ان کے انتقال کے بعد ان کی بیٹی غزل آصف فرخی نے شائع کرایا۔ رسالے کی روایت کے مطابق اس کا بھی موضوع منتخب کیا گیا اور اسی حوالے سے تحریروں کا انتخاب کیا گیا۔ اس موضوع (وبانمبر) کے انتخاب کی وجہ تسمیہ بارے غزل آصف فرخی کہتی ہیں:

> "یہ وہ قت تھا جب کرونا وائرس کی عالمگیر وبا نے دنیا بھر میں اپنے خون آشام پنجے گاڑنے شروع کر دیے تھے اور پاکستان بھی ان پنجوں کی گرفت میں آچکا تھا۔ ۱۹۹۹ء سے "دنیازاد" کی روایت رہی ہے کہ بعض شمارے مخصوص اور اہم موضوعات کے لیے مختص کیے جاتے رہے ہیں لہٰذا اس مناسبت سے شمارے کو "وبانمبر" قرار دیا گیا۔"(۱۹)

اس آخری شمارہ "وبانمبر" میں مختلف سطحوں پر دنیا پر آنے والی اس ناگہانی آفت (کرونا) کے مضمر اشارات اور عالمی ادب سے ایسی کیفیات پر موجود تازہ مواد کا انتخاب بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ پرانی اور تصوراتی وباؤں کے تناظر میں لکھی گئی تحریروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جو زمانہء گردش میں بیماری، اسیری، خوف و حراس کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان تحریروں میں اردو کے علاوہ دوسری زبانوں کے شہ پارے بھی شامل ہیں اور تراجم کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اس شمارے کو حتمی شکل اور ترتیب و تدوین خود آصف کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس رسالے کا سرورق کا انتخاب بھی خود انہی کا ہے جو کمپیوٹر میں محفوظ تھا۔ بس ایک چیز کی کمی رہ گئی جو اس شمارے میں پوری نہیں ہو سکی، وہ ہے شمارے کا اداریہ جو آصف فرخی "محفل" کے نام سے روائتی انداز میں لکھتے آرہے تھے۔ یہ آخر میں لکھتے ہوتے تھے لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا اور محفل سونی ہوگئی ۔ محفل کے لیے چار صفحات کورے کے کورے رہ گئے جو

آصف کے انتظار میں آج بھی موجود ہیں۔ آخر کار غزل آصف فرخی کی کاوش سے یہ آخری شمارہ "وبانمبر" کے نام سے اکتوبر ۲۰۲۰ء کو آصف فرخی کی وفات کے بعد منظر عام پر آیا۔

آج ایک "دنیازاد" کو ترتیب دینے والا دوسرا دنیازاد خود حقیقی ترتیب بن کر راہ عدم کا راہی بن چکا ہے۔ اس آخری شمارہ نمبر ۴۹ "وبانمبر" کے ساتھ ہی دنیازاد کا اختتام ہوا۔ آج دنیازاد کے شمارے تو موجود ہیں لیکن خود دنیازاد والا موجود نہیں ۔ بقول مبشر علی زیدی ، "گزشتہ رات ایک داستان کا اختتام ہوا، اگلی شب شہرزاد بھی ہوگی اور "دنیازاد" بھی لیکن کہانی نہیں ہوگی کیونکہ دھوکے کھانے والا چلا گیا۔

"دنیازاد" کا مجموعی تاثر وسعت اور ہمہ گیری کا حامل ہے۔ اس میں اردو کے نمائندہ تخلیقات کے علاوہ عالمی ادبی صورت حال کے متعلق بھی بہت کچھ پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ "دنیازاد" آپ کی امنگوں، آدرشوں اور آرزوؤں کا ترجمان دکھائی دیتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایسی بہت سی توقعات جو ہم ایک آئیڈیل پرچے سے وابستہ رکھ سکتے کہ وہ بہ یک وقت قومی اور بین الاقوامی مظاہر کو ہم پر منعکشف کرے تو کچھ بے جا نہیں۔ یوں اس حوالے سے دنیازاد مربوط ہے۔ ضمیر نیازی کی "بیسویں صدی "سے لے کر ایڈورڈ سعید کی "جہل کے درمیان تصادم "تک اور حوزے سارا ماگو کے "اندھے لوگ" سے ہوتے ہوتے بیچ میں جہاں "جینے کی پابندی "کا مرحلہ آتا ہے وہاں سے گزرتے ہوئے "جلاوطن کی واپسی تک "پہنچتے ہوئے ہم خود اپنی ذات کی حدود شکنی سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ مزید غزل کے بارے اٹھائے گئے سوالات بر کرٹس کے حوالے سے کی گئی گفتگو اور "جہان گشت" سلسلے کی بعض تحریریں اس قابل ہیں کہ ان کی مدد سے نئی بحث کا آغاز کیا جائے، ایک نیا ادبی مکالمہ شروع کیا جائے۔

"دنیازاد" کے مطالعہ کے بعد کسی قدر یہ احساس ضرور ابھرنا چاہیے کہ زندگی کے ٹکڑوں کو جوڑ کر اس میں یکتا پیدا کرنے کی کوشش ضروری کی گئی ہے یا یہ خواہش ضرور نظر آتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اشرف، ڈاکٹر، اردو ادب کے عصری رجحانات کے فروغ میں مجلہ افکار کراچی کا کردار، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۳۶

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، جنوری ۱۹۹۲ء، ص ۶۹،

۳۔ محمد عثمان دموہی، کراچی تاریخ کے آئینے میں، انڈس پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص۵۳۹

۴۔ آصف فرخی، مرتب، پرندوں کے قافلے، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، جولائی ۲۰۰۴ء

۵۔ آصف فرخی، مرتب، دنیازاد کتابی سلسلہ نمبر ۲، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، اپریل ۲۰۰۱ء ص۷

۶۔ مبشر علی زیدی، "دھوکے کھانے والا آدمی"، مشمولہ: اس آدمی کی کمی، مرتب، انعام ندیم، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۱۷۱

۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی، "شعلہ مستعجل"، مشمولہ: اس آدمی کی کمی، مرتب، انعام ندیم، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۱۵

۸۔ آصف فرخی، مرتب، مطالعے کا سفر، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، ستمبر ۲۰۰۲ء، ص۲۷۶-۲۷۵

۹۔ آصف فرخی، مرتب، میں بغداد ہوں، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص۹

۱۰ آصف فرخی، مرتب، دنیا دنیا دہشت ہے، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، مئی ۲۰۰۲ء، ص۱۰

۱۱۔ خالد جاوید، "آصف میرا دوست میرا بھائی"، مشمولہ: اس آدمی کی کمی، مرتب، انعام ندیم، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۸۴

۱۲۔ آصف فرخی، مرتب، دنیازاد کتابی سلسلہ نمبر ۲، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، اپریل ۲۰۰۱ء ص۲۶۶

۱۳۔ ایضاً، ص۷

۱۴۔ ایضاً، ص۹

۱۵۔ رخسانہ پروین، آصف فرخی کی کہانی جہان معنی، بکین بکس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص۲۲۲

۱۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص۴۸۹

۱۷۔ آصف فرخی، مرتب، وجودی بحران، شہرزاد پبلیشر، کراچی، مارچ ۲۰۱۰ء، ص۲۹۴

۱۸۔ قاسم یعقوب، "زمانے بعد میری خامشی سنی اس نے"، مشمولہ: اس آدمی کی کمی، مرتب، انعام ندیم، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۱ء، ص۸۶

۱۹۔ آصف فرخی، مرتب، وبا نمبر، دنیازاد کتابی سلسلہ ۴۹، شہرزاد پبلیشرز، کراچی، اکتوبر ۲۰۲۰ء، ص۶